***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Great Virtues, Objectives, and Contemporary Perspectives of Hijrah: An Analytical Study in the Light of Seerah Tayyibah

ہجرت کے عظیم فضائل، مقاصد اور جدید افکار

"سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ"

Sidra nawaz
Lecturer, MPhil Scholar Islamic Studies, Allama Iqbal University, Islamabad
Munazza shahab
Ph. D Scholar Islamic Studies, Necmettin Erbakan University Konya, Turkey
Asma Noreen
Lecturer, MS. Scholar Islamic Studies, Bahria University Islamabad
asm81875@gmail.com

Abstract
This study explores the complex problematic of freedom as situated between moral discipline and absolute liberation, with particular reference to the thought of Bediuzzaman Said Nursi. The research aims to analyze the conceptual boundaries of freedom within Islamic intellectual tradition and to examine how Nursi reconciles individual liberty with ethical and social responsibility. Employing an analytical and inductive methodology, the study begins by clarifying the linguistic and terminological meanings of freedom and liberation. It then investigates the concept of freedom as presented in the Holy Qur'an, highlighting its intrinsic connection with moral accountability, divine guidance, and human dignity. The research further examines Nursi's conception of legitimate (shar'i) freedom, emphasizing its foundation in faith, moral restraint, and social harmony. It argues that, according to Nursi, true freedom is not synonymous with unrestricted autonomy but is realized through adherence to ethical principles that safeguard both individual and collective well-being. Additionally, the study analyzes Nursi's engagement with the concept of constitutionalism and his critique of the Committee of Union and Progress, illustrating his موقف toward political authority, justice, and societal reform. The findings demonstrate that Nursi offers a balanced framework that rejects both moral absolutism devoid of freedom and unrestrained liberalism lacking ethical grounding. The study concludes that Nursi's thought provides a comprehensive and relevant model for understanding freedom in contemporary discourse, particularly in reconciling modern notions of liberty with enduring moral values.

Keywords:
Freedom, Moral Discipline, Absolute Liberation, Bediuzzaman Said Nursi, Islamic Thought, Qur'anic Perspective, Shar'i Freedom, Constitutionalism, Ethics, Social Responsibility

تمہید:

ہجرت تاریخ انسانی کا وہ عظیم عمل ہے جو نہ صرف مذہب، سیاست اور قانون سے جڑا ہوا ہے بلکہ ہر دور کے معاشرے اور تہذیب و تمدن سے بھی اس کا اتنا ہی گہرا تعلق ہے۔ اسلام بطور دین فطرت اور رسول کریم کا اسوہ حسنہ آج بھی اور تا قیامت ہجرت کے عمل کو انتہائی اہم اور مقدس

قرار دے کر مہاجرین کو فلاح وتحفظ فراہم کرتا ہے۔ہجرت اور اس سے متماثل مثالیں نہ صرف بین الاقوامی اور بین الممالک سیاسیات میں بہت اہمیت رکھتی ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کی خاص اہمیت اور درجات ہیں جو مہاجر کے اعلیٰ مقام اور حیثیت کو بیان کرتے ہیں۔

ہجرت کا لغوی معنی و مفہوم

''ہجرت'' عربی زبان کے لفظ" هَجَرَ ،يَهْجُرُ ، هَجْراً'' سے ماخوذ ہے جو(ھ -ج- ر)کے مادہ سے مشتق ہے اور ''وصل ''کی ضد ہے اس کے مترادفات ''اِبْتِعاد،ذَهَاب،مُغَادَرَة،اِرْتِحال،اِنْصِراف، بَرَاح، تَرْحال،خُرُوج، ذَهَاب، ذُهُوب،رَوَاح،رَحِيْل، سَفَر''ہیں۔

ا۔ہجرت کے لغوی معنی ''ترک کرنا، چھوڑ دینا''[1] کے ہیں۔

ادب اور تاریخ میں اس معنی سے جدائی، ترک وطن کے مطالب بھی اخذ کیے جاتے ہیں۔

ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

''الهَجْر:ضِد الوَصَل۔هجرَ يهجره هَجرا وهِجْرانا:صرمه،وهما يهتجران ويتهاجرانِ والاسم الهِجرة۔''[2]

جیسا کہ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ"تَهْجُرُون ''بمعنٰی ''ترک کرنا، چھوڑ دینا''استعمال ہوا ہے۔

''مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سَامِرًا تَهْجُرُوْنَ۔''[3]

''اکڑتے اینٹھتے افسانہ گوئی کرتے اسے(حق)چھوڑ دیتے تھے۔''

سورۃالفرقان میں مَهْجُورًا (هَجَر)سے بمعنیٰ ''ترک کرنا، چھوڑنا'' ہے سرکش عورتوں کو چھوڑنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے اور دنیا میں قرآن کو نا قابل التفات سمجھنے والوں کے لیے بھی قیامت کے دن فرمایا جائے گا:

''وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔''[4]

''اور رسول کہے گا اے میرے رب!بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔''

ہر قسم کی گندگی اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے ان کو چھوڑ دینا بھی ہجرت ہے چاہے وہ ظاہر کے ہوں یا باطن میں عقائد وافکار کے ہوں جیسے سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ''[5]

''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر''

---

[1] ابوالفضل،عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات(لاہور: مکتبہ دانیال،)ص ۸۲۷

[2] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب،(بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ)ج ۵، ص ۲۵۱

[3] المؤمنون:۶۷

[4] الفرقان:۳۰

[5] المدثر:۵

۲۔ہجرت کا ایک معنیٰ "ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا" کے بھی ہیں۔

یہ لفظ سامی زبانوں میں اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے جو حمیری زبان میں بمعنیٰ شہر استعمال ہوتا رہا ہے یعنی کسی بستی میں یا شہر میں جا کر آباد ہو جانا بلکہ عرب میں 'ہجر' نام کا شہر بھی گزرا ہے جو بحرین کا پایہ تخت تھا جیسا کہ **لسان العرب میں ہے:**

''اَلْهِجْرَةُ وَالهجْرَة:والخروج من أرضٍ إلی أرضٍ۔''[6]

''ہجرت: ایک سرزمین سے دوسری جگہ جانا۔''

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

''الهَجْرُوَ الهِجْرَة والهِجْران،وهَاجَرَتْ من بلدٍ إلی بلدٍ''[7]

"ترک کرنا، اور وہ ایک ملک سے دوسرے ملک ہجرت کر گئی۔"

ترتیب القاموس المحیط میں ہے:

''وَالهِجْره:(بالكسر والضمة)الخروج من أرضٍ إلٰی اخرٰی،وقد هاجر''[8]

"اور ہجرت، (کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) ایک سرزمین کو چھوڑ کر دوسری طرف جانا۔ اور اس نے ہجرت کی۔"

ہجرت اور مہاجر دو ایسے دینی لفظ ہیں جو ہر طرح کی قومیت، سیاسی شناخت، علاقائی تفاخر اور خاندانی غرور کے بت کو پاش پاش کر کے انسان کو دنیاوی مفاد سے ہٹا کر ایک بلند روحانی مقام عطا کرتے ہیں اور رب سے جوڑتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہجرت اور مہاجرین کے فضائل

ہجرت کے عمل کو رب کائنات بھی پسند کرتا ہے قرآن میں اس کو اللہ کی راہ میں قربانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور مہاجرین کی رکاوٹوں کو دور کر کے انعامات کا حقدار قرار دے کر نہ صرف سامان ترغیب فراہم کیا گیا ہے بلکہ ان کا اعلیٰ مقام بھی بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ہجرت کرنے والوں کے لیے کشادگی کا وعدہ

اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں بھی آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور ان کی رزق میں کشادگی بھی عطا فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۔'' [9]

---

[6] ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج۵، ص ۲۵۲

[7] زمخشری، محمود بن عمر، أساس البلاغۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۸ء) ص۴۷۹

[8] ترتیب القاموس المحیط علی طریقۃ المصباح المنیر وأساس البلاغۃ، الطبعۃ الثالثۃ (دار الفکر)، ج۴، ص ۴۸۱

[9] النساء: ۱۰۰

”جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑے گا، وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں بھی پائے گا اور کشادگی بھی، اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہوا، پھر اسے موت نے آ پکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے“

اسی طرح سورۃ الزمر میں بھی ایسے ہی ہجرت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

”قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ“[10]

”کہہ دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے“

۲۔ مہاجرین کے اعمال کا اجر عظیم

جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی یا ستائے جانے پر انکو زبردستی اِخراج پر مجبور کیا گیا ہو رب کریم ان کی بہت قدر دانی کرتا ہے اور سورۃ آل عمران میں ان مہاجرین کے اعمال کا اجر بیان کیا گیا ہے:

”فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَه حُسْنُ الثَّوَابِ“[11]

”وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے، میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور بالیقین انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ہے ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے“

۳۔ انصار و مہاجرین کے لیے رب کی بخشش کا وعدہ

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والوں اور ان کی مدد کرنے والے اصحاب مدینۃ النبی ﷺ کے ایمان اور ان کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے عمدہ رزق کا بھی وعدہ کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

”الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ“[12]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی، یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی“

۴۔ مہاجرین اللہ کی خاص عنایت کے مستحق

اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار پر اپنی عنایت و کرم کو سورۃ التوبہ میں یوں بیان کرتے ہیں:

---

[10] الزمر:۱۰

[11] آل عمران:۱۹۵

[12] الانفال:۷۴

''لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْـهُـمْ ثُـمَّ تَابَ عَلَيْـهِـمْ ۚ اِنَّه بِـهِـمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْـمٌ''[13]

''اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا،اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے''

۵۔مہاجرین کو آخرت میں بڑے اجر کی نوید

اللہ کی خاطر جن لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف اور ظلم وستم کو برداشت کیا دنیامیں ان کے لیے اچھے ٹھکانے کی نوید کے ساتھ آخرت میں بھی ان کو بڑے اجر کی نوید دی جارہی ہے:

''وَالَّـذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰـهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّـهُـمْ فِى الـدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُـوْا يَعْلَمُوْنَ۔''[14]

''جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں ترک وطن کیا ہے ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطافرمائیں گے اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے، کاش کہ لوگ اس سے واقف ہوتے''

۶۔مہاجرین کو رزق حسنہ کی خوش خبری

اللہ کی خاطر اپنے گھر بار کو چھوڑنے والے مہاجرین سے اللہ رب العزت کا رزق حسنہ کا وعدہ ہے جیساکہ سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے:

''وَالَّـذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ ثُـمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَيَـرْزُقَنَّـهُـمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَـهُوَ خَيْـرُ الرَّازِقِيْنَ۔''[15]

''اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین رزق عطا فرمائے گا۔اور بیشک اللہ تعالیٰ روزی دینے والوں میں سب سے بہتر ہے''

۷۔ہجرت سے ایمان ونفاق میں تمیاز:

اللہ نے ہجرت کو ایمان اور کفر کے مابین وجہ فرق رکھا ہے کہ جو کافروں کو نہیں چھوڑتا بعید نہیں کو کہ وہ ان کی چالوں سے کافر ہی ہو جائے اس لیے ضروری ہے کہ ان سے کنارہ کشی کی جائے جیساکہ اللہ کریم فرماتے ہیں:

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُـوْنَ سَوَآءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْـهُـمْ اَوْلِيَآءَ حَتّـٰى يُـهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُـمْ وَاقْتُلُوْهُـمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُـمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْـهُـمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْـرًا[16] ''

''ان کی تو چاہت ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تو بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ، پس جب تک یہ اسلام کی خاطر وطن نہ چھوڑیں ان میں سے کسی کو حقیقی دوست نہ بناؤ، پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو انہیں پکڑو اور قتل کر وجہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں، خبر دار!ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مدد گار نہ سمجھ بیٹھنا''

اسی بات کی وضاحت میں سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں مکہ میں کچھ لوگ تھے جو کلمہ گو تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد کرتے تھے یہ اپنی کسی ضروری حاجت کے لیے مکہ سے نکلے،انہیں یقین تھا کہ اصحاب رسول ﷺ سے ان کی کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی کیونکہ بظاہر کلمہ کے

---

[13] التوبۃ:۱۱۷

[14] النحل:۴۱

[15] الحج:۵۸

[16] النساء:۸۹

قائل تھے ادھر جب مدنی مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں بعض کہنے لگے ان نامرادوں سے پہلے جہاد کرو یہ ہمارے دشمنوں کے طرفدار ہیں اور بعض نے کہا سبحان اللہ جو لوگ تم جیسا کلمہ پڑھتے ہیں تم ان سے لڑوگے؟ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھر نہیں چھوڑے، ہم کس طرح ان کے خون اور ان کے مال اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں؟ ان کا یہ اختلاف رسول ﷺ کے سامنے ہوا آپ خاموش تھے جو یہ آیت نازل ہوئی[17]

امام احمد بن حنبلؒ کا اس بارے میں ایک قول ہے:

"مہاجرین میں نفاق ممکن نہیں ہے جو اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے دل سے کھوٹ نکل جاتا ہے"[18]

۸۔ ہجرت کے ساتھ صبر کرنے والوں کے لیے مغفرت اور رحمت کا وعدہ

یہ یقینی بات ہے کہ دین پر صبر اور استقامت کے لیے بہت سی تکالیف اور صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے تو وہ لوگ جو ان حالات میں اپنے جان مال، گھر بار کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے ان کے لیے دنیاوی مفادات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ اللہ اور اس کے دین کو ترجیحات میں رکھتے ہیں تو پھر ان کا رب بھی ان پر مہربان ہوتا ہے اور انکی خطاؤں پر ان سے درگزر فرماتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"[19]

"جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بیشک تیرا پروردگار ان باتوں کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے"

۹۔ مہاجرین اللہ کی رحمت کے مستحقین

اللہ کی خاطر جو جان و مال کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتا وہ رب بھی پھر نوازنے کی انتہا کر دیتا ہے اس کی رحمت ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے یہاں تک کہ وہ دائمی رحمت اور مغفرت کے حقدار بن جاتے ہیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔"[20]

"البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے"

۱۰۔ مہاجرین کے لیے درجات کی بلندی

جو لوگ اللہ کی خاطر خالص ہو کر اس کی راہ میں اپنے جان و مال سے قربانی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلندی عطا کرتا ہے، سورۃ التوبہ میں ایسے مہاجرین کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ" [21]

---

[17] ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۳ء) ج ا، ص ۷۲۹

[18] سید اسعد گیلانی، ہجرت رسول ﷺ، نقوش رسول نمبر، شمارہ نمبر ۱۳۰، (لاہور: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۴ء)، ج ۸، ص ۲۴۶۔۳۲۰

[19] النحل: ۱۱۰

[20] البقرۃ: ۲۱۸

[21] التوبہ: ۲۰

"جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں، اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں"

مندرجہ بالا تمام آیات اور احادیث اللہ کی نظر میں ہجرت اور مہاجرین کی اعلیٰ حیثیت کو بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین نہ صرف دنیا میں رب کی مہربانی کے حقدار ٹھہرائے جاتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی ان پر اللہ کی خاص عنایت و کرم ہے۔ ہجرت کا عمل کوئی معمولی نہیں ہے یہ ہمیشہ عظیم مقاصد کے لیے کی جاتی ہے۔

ہجرت کے عظیم مقاصد

ایک مومن کی زندگی اس کے رب کی مرہون منت ہوتی ہے وہ جب کلمہ حق کا اعتراف کرتا ہے تو اس کا جینا مرنا سب اللہ کی خاطر ہو جاتا ہے پھر وہ ایک مقصد کے ساتھ دنیا میں ہر لمحہ گزارتا ہے، وہ اپنے خالق کی عبودیت کا عملی اظہار اپنے عمل سے دیتا ہے، اس کے لیے پھر خوشی خوشی ہر قربانی دیتا ہے چاہے وہ گھر، مال، جائیداد، قبیلہ، خاندان یا اپنے آبائی علاقے کی محبت ہی کیوں نہ ہو، اسکے لیے ہر طرح کے دنیاوی مفاد سے بڑھ کر رب کی فرماں برداری اور اسی کی رضامندی حاصل کرنا مقصد حیات ہوتا ہے کیوں کہ عظیم مقصد ہی انسان کو عظیم بناتے ہیں اس لیے رسول کریم ﷺ کی ہجرت کو فرار کہنا ایک توہین ہے در حقیقت ہجرت نبوی عظیم مقاصد کا حصول تھی ان مقاصد میں سے چند درج ذیل ہیں:

ا۔ اسلامی معاشرے کا قیام

رسول اللہ ﷺ نے بھی جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں جا کر سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی طرح روئے زمین کا پہلا دار الاسلام بنایا اور ایک نئے معاشرے کی داغ بیل ڈالی اس کے لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنا گھر بار زمین جائیداد بنانے کی فکر نہ کی بلکہ آپ ﷺ نے حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنے والے کام کیے جس میں آپ ﷺ کا پہلا قدم مسجد قبا کی تعمیر تھی اور پھر اسلامی ریاست کے اندر مسجد نبوی کی سب سے پہلے تعمیر کر کے اپنے مقصد عظیم کو واضح کیا[22] ایک اسلامی معاشرے کو استحکام ہی اس وقت ملتا ہے جب اس کا مرکز مسجد کو بنایا جائے جیسے حضرت ابراہیمؑ نے بھی سب سے پہلے روئے زمین پر بیت اللہ کی تعمیر کا کام کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی مسجد نبوی کو اپنا مرکز بنایا[23]

اس مسجد کی تعمیر محض عبادات کا مرکز بنانا مقصود نہیں تھا بلکہ اس جگہ انبیاء کے وارثوں کی، دین کے محافظوں کی درس و تدریس اور عملی تربیت کرنی تھی جنھوں نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں اللہ کی بندگی کا اعلان کرنا تھا لوگوں کو باطل خداؤں کی خدائی سے نکال کے اصل معبود کی بندگی میں لانا تھا اس کے بتائے گئے اصولوں سے روشناس کرانا تھا۔ یہ مسجد مجاہدین حق کے لشکروں کی تنظیمی مرکز بنی تھی، یہاں عدل و انصاف کی عدالت لگتی تھی اور اسلام کی جستجو میں آنے والے وفود کی مہمانی ہوتی تھی۔ غرض یہاں یہاں دنیا کے اماموں کے علم و عمل کی محفلیں سجائی جاتی تھی اور امور مملکت کی مشاورت کے کام سر انجام دیتے تھے۔

---

[22] محمد علاؤ الدین ندوی، ہجرت مصطفیٰ، ص ۱۸۵

[23] ندوی، محمد رضی الاسلام، دروس سیرت، ص ۲۶۴، ۲۶۳

۲۔ دعوت اسلامی کے لیے مرکز کی ضرورت

جب بھی کوئی نیا نظام بنانا ہوتا ہے اس کے لیے ایک ٹیم تیار کی جاتی ہے جو اس نظام کو قائم کرنے میں مدد کر سکے۔ آپ ﷺ نے مکہ میں ایسے جانثار صحابہ ﷺ کی ٹیم تیار کر لی تو ضروری ہو گیا کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ایسا خطہ بھی ہو جہاں پر اس نظام کو قبول کرنے والوں کی اکثریت ہو[24]

اس کے لیے ہجرت مدینہ اسلامی ریاست کی سنگ بنیاد بنی جہاں اسلام ہی سیاسی آئیڈیالوجی بنایا گیا جس سے اسلامی دعوت کو ایک مرکز مل گیا[25]۔ اللہ کا ارشاد ہے:

''یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔''[26]

"اے میرے ایمان لانے والے بندو! میری زمین وسیع ہے، پس میری ہی عبادت کرو"

قبائلی نظریات اور تصورات کا خاتمہ ہوا اور اسلامی تصور غالب ہوا تو مسلمانوں کے اسلامی معاشرہ کا جداگانہ وجود بھی منظر پر آگیا کہ وہ دنیا کو بتا سکیں کہ دراصل وہ کس طرح کے افراد تیار کرنا چاہتے ہیں ان کی کیسی تربیت کر کے ان کا کیسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے ان کو دنیا نے قبول کیا اور ہر طرف سے گویا اسلامی قوت سمٹ کر مدینہ آگئی اور ہجرت گویا اسلامی شعائر کے احیاء، ارتقاء اور تکمیل کا بڑا ذریعہ بن گئی[27]

۳۔ امت کا اتحاد اور یک جہتی

ہجرت کا ایک مقصد دین کے نام لینے والوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کر کے امت واحدہ بنانا بھی تھا تاکہ امت مسلمہ کی اجتماعی طاقت دنیا کو نظر آئے اس کے لیے جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تو انصار نے بیعت عقبہ میں کیے جانے والے وعدے کو بھرپور نبھایا۔ انہوں نے ان کی مکمل اور بہترین طریقوں سے مہمان نوازی کی مگر اب جب انہوں نے یہاں سکونت اختیار کرنی تھی تو اس کے لیے مناسب انتظام بھی ضروری تھا جس کے لیے آپ ﷺ نے حضرت انس بن مالکؓ کے گھر ان دونوں اقوام کو قومیت سے نکال کر مادی بنیادوں پر بھائی بھائی کے رشتے میں باندھ دیا[28]

مواخات کا رشتہ، زبانی کوئی نعرہ نہ تھا بلکہ ایک عملی حقیقت تھی جس میں کم و بیش ایک سو تیس لوگ شامل تھے۔ اس مواخات میں مہاجرین کے معاش کے مسائل کا حل بھی تھا، اسی لیے اللہ نے نسب و قرابت کے بجائے حق میراث کو اس سے جوڑ دیا بعد میں جب مہاجرین کو استحکام و استقرار حاصل ہوا تو نسبی رشتے کو وارث بنایا گیا اور مواخات کی بنیاد پر بنایا گیا رشتہ ختم کیا گیا[29]

---

[24] 11-urdu-fareeda..pdf بعد از ہجرت اسلامی ریاست کا قیام قرآن حکیم کی روشنی میں

[25] سید اسعد گیلانی، ہجرت رسول ﷺ، ص ۲۴۶۔ ۳۲

[26] العنکبوت: ۵۶

[27] محمود احمد غازی، خطبات بہاولپور (۲) اسلام کا قانون بین الممالک، (بہاولپور: اسلامیہ یونیورسٹی ۱۹۹۷ء)، ص ۲۰۲

[28] شبلی نعمانی، ہجرت مدینہ، (لاہور: ملک سراج الدین اینڈ سنز: ۱۹۸۲)، ص ۱۷

[29] ندوی، محمد رضی الاسلام، دروس سیرت، ص ۲۷۳، ۲۷۰

مکہ کے لوگ جو کہ صحرائی بدو تھے تجارت سے خوب واقف تھے اور اہل مدینہ یمن کے ساتھ کی وجہ سے زراعت میں بہت آگے تھے[30] عموماً جب دو اقوام اکٹھی ہوں تو ان کے افکار، عقائد، روایات کے اختلافات لازمی انتشار کا باعث بنتے ہیں ایسے میں یہود و نصاریٰ بھی انصار و مہاجرین کو نسلی اور علاقائی تعصب میں رکھنا چاہتے تھے اور رسول ﷺ نے اس تہذیبی فرق کو جان لیا تھا اور رسول ﷺ کی تو منصوبہ بندی ہی یہ تھی کہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اس فرق کو مٹا کر بھائی بھائی بنایا جائے تاکہ کوئی کسی سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور ایک دوسرے کی اچھی عادات کو بھی اختیار کر سکیں کسی کو بھی اپنی نسل، قبیلہ، رنگ، مال، طبقہ کا افتخار یاد بھی نہ رہا سر منزل کوئی چیز تھی تو فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، ان کی تعلیمات پر عمل کی خاطر ہر چیز کی قربانی کا جذبہ غالب تھا اور اگر ہجرت کرنے والوں اور مقامی لوگوں میں ایسی محبت اور خیر خواہی نہ ہو تو ہجرت کے مقاصد کا حصول مشکل ہے۔

آج یورپ آپس میں سیاسی وحدت پیدا کر رہا ہے مگر مسلمانوں کی طرف سے مکمل خاموشی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاں بھی آزاد اسلامی ریاستیں ہوں وہ علاقائی، جغرافیائی، لسانی تعصب کو مٹا کر اجتماعی وحدت بنیں تاکہ استعمار کی سازشوں سے مل کر چھٹکارہ پا سکیں۔ جیسے دوسری صدی میں ہی بے شک الگ ریاستیں تھیں مگر ان میں خلافت، نظام دستور اور اہداف ایک جیسے تھے ایک ملک کا فرد دوسرے ملک آسانی سے بغیر کسی تعصب کے آجا سکتا تھا نیز اگر کسی غیر مسلم معاشرے میں اقلیت مس مسلمانوں کے تشخص یا تحفظ کا کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو قریب کے مسلم حکمرانوں فوراً مدد کرتے تھے اس میں ہجرت کے اصولوں نے ہمیشہ بین الاقوامی کردار ادا کرنے کے لیے مسلمانوں کو تیار رکھا مگر آج اسی اجتماعی وحدت کے نہ ہونے سے عالم اسلام زوال کا شکار ہے[31]، ہونا تو یہ چاہیے کہ آج بھی جہاں جہاں مہاجرین ہیں اور ان کو معاش، بچوں کی تعلیم، کفار کے معاشی غلبے، مہاجرین کے آبادکاری کے مسائل ہوں ان کو مواخات کے ذریعے کم کیا جا سکتا ہے یہ بات اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کی تنظیم کو جاننی چاہیے اور اس کے عملی اقدامات پر غور کرنا چاہیے[32]

۴۔ مجاہدین کی حفاظت و تنظیم

دشمنان اسلام کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ وہ ظلم و استبداد کی انتہا کر کے کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا دیں ایسے میں قائد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہاں ارتداد کے فتنہ سے بچانے اور اپنی جماعت صالحہ کے جان و مال کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرے یعنی دین کے ساتھ دین کی دعوت دینے والوں کی بھی حفاظت کرے ان کو ایسے مرکز کی طرف لے کر جائے جہاں وہ اپنے دین پر عمل بھی کر سکیں تاکہ کارکنان دعوت کی وسیع پیمانے پر تربیت ہو سکے اور ان کو جان و مال کا کوئی خطرہ بھی لاحق نہ ہو اس سلسلے میں آپ ﷺ کا ہر عمل مشعل راہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی کیسے کیسے ہر قدم پر حفاظت کی کوشش کی اور ان کا ساتھ دیا[33]

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Here is the fully vowelled (with **I'rāb / Harakāt**) Arabic text of the Hadith:"

---

[30] محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ص ۶۶، ۶۵

[31] محمود احمد غازی، خطبات بہاولپور، اسلام کا قانون بین الممالک، ص ۲۰۵۔۲۰۷

[32] محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ص ۶۴

[33] ندوی، محمد علاؤالدین، ہجرت مصطفیٰ، ص ۴۳

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ،وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔'[34]

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا"

۵۔ مذہبی آزادی اور تعلیم و تربیت

رسول اللہ ﷺ کے نظام تربیت میں علم کو ہر چیز پر فوقیت حاصل تھی۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آتے ہی مسجد نبوی کے ساتھ ایک صفہ نام کا چبوترا بنوایا جو باہر سے تعلیم حاصل کرنے والوں اور بے گھر طالب علموں کے لیے دار الاقامت کا کام دیتا تھا[35] مہاجرین جو مکہ میں کھل کر اپنے دین پر عمل نہ کر سکتے تھے نہ ہی اسکا پرچار نہ کر سکتے تھے ان کے لیے یہ چبوترہ تعلیم و تعلم کا ایسا مرکز بنا کہ دن رات وہ تحصیل علم میں لگے رہتے، یہاں علوم القرآن، حفظ، فقہ اور فن تجوید کی تعلیم دی جاتی تھے اور رسول اللہ ﷺ خود نگران تھے اہل صفہ میں سے جو بھی وہاں موجود ہوتا وہ رسول اللہ ﷺ سے کسب فیض حاصل کر کے غیر موجود تک پہنچاتا تھا، بلکہ اہل مدینہ میں سے بھی لوگ وہاں درس سننے آتے تھے۔ آپ ﷺ ہر صحابی کے میلان اور فطری کمالات سے واقف ہوتے تھے اور اسی کے مطابق اسے کوئی ذمہ داری دیتے تھے۔

وہ لوگ جو حالت غلامی میں رہنے کی وجہ سے فکری اور ذہنی پستی کا شکار ہو جاتے ہیں جیسے بھارت کے ذات پات کے فرق کو دیکھ لیں تو ایسے موالی جب قید غلامی سے نکلے تو ان کو مواخات میں قائدین کے ساتھ منسلک کیا گیا جن کی فکری تربیت کرنے سے ان کی صلاحیتوں کو نکھارا گیا انکو معاشرے میں عزت کا مقام بھی دیا گیا تاکہ وہ اعتماد حاصل کر کے اپنی صلاحیتوں سے دین کو فائدہ دے سکیں اور پھر ایسا ہی ہوا کہ وہ مستقبل میں بڑے بڑے علماء و مفکرین کے رہنما بن گئے، جیسے حضرت خالدؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت سعدؓ وغیرہ اس سلسلے میں ہمیں حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی ملتا ہے:

"اگر آج سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیتا۔"[36]

یعنی صحابہؓ ایسے لوگ تھے جن کے لیے دین ایک ہدایت اور رہنما تھا جسکو پھیلانا ان کی ذمہ داری تھا۔ مہاجرین کے پاس جو مکی دور کا علم تھا وہ انہوں نے انصار کو منتقل کیا جس سے ہر گھر گویا غیر رسمی تعلیم کا مرکز بن گیا اور شرح تعلیم میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ دور دراز علاقوں سے بھی لوگ اور وفود بھی علم حاصل کرنے آتے تھے نبی ﷺ ان کے رہنے اور کھانے پینے کا خود بندوبست کرتے تھے اور آپ ﷺ بھی مبلغین کی حفاظت کا خیال کرتے تھے، رسول کریم ﷺ جاتے ہوئے اصحاب صفہ میں سے کئی صحابہ کو ان کے ساتھ تدریس کے لیے بھجوا دیتے تھے جیسے بئر معونہ کے واقعے میں اپ ﷺ نے ستر صحابہؓ کو نجد کے قبائل کی طرف تعلیم و تربیت کے لیے ہی روانہ کیا تھا مگر ان کی بد عہدی سے سانحہ پیش آ گیا تھا۔

---

34 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ح: ۲۴۴۲

35 محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، (کراچی: باب الاسلام پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۱)، ص ۱۹۷، ۱۹۶

36 محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ص ۶۸

۶۔ دعوتِ دین کی تبلیغ واشاعت

اسلام آخری دین ہے امت کی پہلی ذمہ داری ہے کہ اسے لوگوں تک پہنچائیں۔ ہجرت کرنے کا ایک مقصد بھی یہی تھا کہ اقوام عالم تک اللہ کا پیغام اور اللہ کے احکامات کو پہنچایا جائے تاکہ بنی نوع اس کے بتائے گئے طریقوں کے مطابق زندگی گزار سکیں، مکہ میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام اپنی ہر ممکن کوشش کر چکے تھے، مزید کوئی دین حق کو قبول کرنے پر تیار نہ تھا آپ ﷺ مکہ کیا ارد گرد کے تمام علاقوں میں بھی حتیٰ کہ حج کے لیے آنے والے قافلوں کو بھی دعوت دے چکے تھے اسی کے نتیجے میں بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ بھی پیش آئے جس میں انصار نے آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے پہلے اللہ کی اطاعت اور اپنی حمایت کا وعدہ کیا پھر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ دعوت کے لیے بھیجا تو انہوں نے وہاں کوئی گھر ایسا نہ چھوڑا جس تک اللہ کا پیغام نہ پہنچایا ہو اسی لیے حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ قرآن تو ہجرت سے قبل ہی مدینہ پہنچ چکا تھا۔ پھر ہجرت کے بعد صحابہؓ کی دین کی اشاعت کے لیے کوششیں بہت تیز ہو گئیں کبھی وہاں سلام قبول کرنے والے وفود کے ساتھ جا رہے ہوتے تو کبھی اصحاب صفہ کے ساتھ دین سیکھ رہے ہوتے تھے ویسے بھی مہاجرین مکہ اپنی جگہ پورے علم کے ادارے تھے جنھوں نے تیرہ سالہ دور میں تکالیف اور مشقتوں کے ساتھ دین کے علم کی سختیوں کو سہا تھا اور کندن بن چکے تھے انہوں نے اپنے بحر علم سے عرب کیا اس سے باہر بھی خوب دنیا کو فائدہ پہنچایا اور ان تک بھی دین حق پہنچانے کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے لیے سفر میں، حضر میں، گھر میں، مسجد میں ہر جگہ علم وبصیرت کا نور پھیلاتے تھے اور اس کے لیے بلا امتیاز چھوٹا، بڑا، بوڑھا، جوان، دیہاتی شہری، مرد اور عورتیں سب استفادہ حاصل کرتے تھے[37] اس طرح مسلمانوں کو تبلیغ کے مختلف طرح سے نئے مواقع ملے اور پھر انہوں نے ہر میدان میں اپنی پہچان خود کرائی یہاں تک کہ یہ امی قوم جلد ہی علمی اور فکری میدان میں دنیا کی قیادت کرنے لگ گئی۔

۷۔ ایمان کو فتنہ ارتداد سے بچانا

ایک مومن کے لیے اپنی جان سے بھی قیمتی اس کا ایمان ہوتا ہے اگر وہ باقی نہ رہے تو گویا سب لایعنی ہے اس لیے ایمان کی حفاظت کے لیے جب کسی جگہ ظلم واستبداد حد سے بڑھ جائے تو وہاں سے اللہ نے ہجرت کا حکم دیا ہے تاکہ کفار مسلمانوں کو دین سے دور کرنے پر مجبور نہ کر سکیں اور نہ ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو اس لیے ایسے حالات میں دین کے ساتھ ساتھ داعیان دین کی حفاظت بھی ضروری ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں ہجرت حبشہ کا حکم بھی دے دیا تھا اور بعد میں پھر جب حجت تمام ہو گئی تو اللہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا واضح حکم دے کر اسے لازم قرار دے دیا تھا جیسا کہ اللہ کا جان بوجھ کر ہجرت نہ کرنے والوں کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:

"اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا"[38]

"کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے؟"

اسی لیے ہجرت مدینہ کے حکم کے پیچھے دین اور ایمان کی حفاظت ہی پوشیدہ نہ تھی بلکہ اللہ اپنے دین کا کام کرنے والوں والوں کی جان کی بھی حفاظت چاہتا ہے کیوں کہ وہ صرف اس کی خاطر ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے تو اللہ ان کے لیے آسانی کے راستے کھول دیے کہ ان کے ذمے

[37] نگران عبد المالک مجاہد، ہجرت مدینہ، اللؤلؤ المکنون، سیرت انسائیکلوپیڈیا، ج۵، ص ۹۳، ۹۲

[38] النساء: ۹۷

ابھی بہت کام باقی تھا انھوں نے امت کی رہنمائی کرنی تھی تو ان کو اللہ کی خاطر خالص ہجرت کرنے کو کہا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ کے ارشاد میں واضح کہا گیا ہے کہ ان کی ہجرت کوئی دنیاوی مفاد یا غرض کے لیے نہ تھی بلکہ بسبب دین اور رضائے الہیٰ تھی جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللهُ[39]''

''وہ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے،"ہمارا رب اللہ ہے"

۸۔ اسلامی ریاست کے استحکام کا ذریعہ

ہجرت کے ابتدائی دور میں تو مسلمان کے لیے لازم تھا کہ وہ اسلامی ریاست میں آکر رہے تاکہ مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ آبادی سے ریاست استحکام اور استقرار پکڑے اور دشمنوں پر قوت کا اظہار ہو اس کے لیے تو آپ ﷺ کے کہنے پر مہاجرین کے لیے باقاعدہ تنخواہوں اور انعام و اکرام کا اہتمام کیا جاتا تھا اور ان پر ملکی آمدنی سے خرچ کیا جاتا تھا جب کہ خود ہجرت کے عمل کا اپنا ہی بہت اجر و ثواب تھا[40]

جب اسلامی حکومت کی حدود دور دور تک پھیلنے لگیں یعنی عرب سے باہر بھی اسلام تیزی سے پھیلنے لگا تو کہا گیا کہ اب مسلمان اپنے ہی اسلامی علاقے میں رہیں تاکہ اسلامی اجتماعی طاقت اکٹھی رہے اور وہ اپنے مرکز سے بھی جڑے رہیں تاکہ ایمان کے فتنہ ارتداد سے بچ سکیں دوسرا اسلامی ماحول میں اسلامی اصول سیکھ کر اپنا سکیں جو کہ غیر اسلامی ملک میں رہ کر ممکن نہیں اسی لیے جب مکہ فتح ہو گیا تو مدینہ آکر رہنے کی شرط ختم کر دی گئی تھی کہ اب اسلام غلبہ حاصل کر چکا تھا اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ ایسے میں جب اسلامی حکومت کسی جگہ قائم ہو جائے تو جبری تبادلے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ ہجرت مدینہ کے بعد دیکھا جائے تو جب پورا قبیلہ اسلام لے آتو دیکھا جاتا تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے اگر وہ اسلامی سلطنت سے قریب ہوتا یا ان کی افرادی قوت اکثریت میں ہوتی تو ان کو وہیں رہنے کی تاکید کی جاتی تھی تاکہ مدینہ سے باہر بھی اا سلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع ہوں اور دعوت عالمگیریت اختیار کرے ایسے میں ان کی وہیں تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ اس کی مثال قبیلہ مزینہ اور اسلم ہیں جو اپنے ہی علاقوں میں بسائی گئیں اس طرح اسلامی بستیوں کا اتحاد دشمن کی طاقت کم کرنے میں مددگار ہوتا تھا۔

جب ایک داعی اپنے نصب العین کے حصول میں ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور وہ جب ایک مخصوص جگہ پر ناممکن ہو جائے تو وہ نئے قلوب واذہان کے لیے نئی زمین کی تلاش کرتا ہے یہ پھر دعوت اسلامی کا بھی تقاضا ہے کہ اس کے لیے سازگار ماحول ڈھونڈا جائے[41] جیسے رسول کریم ﷺ نے مکہ اس کے گردونواح، طائف، قافلے حجاج، اور مختلف قبائل کو دعوت دین کی حجت تمام کی، پہلے حبشہ کی طرف ہجرتوں کا حکم دیا پھر دوتوں بیعت عقبہ میں اہل مدینہ کو اس بار امانت کو اٹھانے کے لیے مکمل تیار کیا تو جانثاروں نے بھی آپ ﷺ کا پرتپاک استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے سفر میں بھی مکمل احتیاطی تدابیر اختیار کیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ بڑا مشن ہو تو احتیاط کو سامنے رکھے اور چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کو زیر غور رکھے اور کامیاب منصوبہ بندی کر کے عملی قدم اٹھائے[42]

---

39 الحج:۴۰

40 محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۲۶۹

41 محمد یوسف فاروقی، عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل، ص ۶۸

42 مسعود احمد شاہ، رسول حکمت، حکمۃ بالغۃ (لاہور: میاں چیمبرز (۱۹۹۲ء)، ص ۱۰۲

۹۔ دستوری بنیادوں پر اسلامی معاشرت کی تشکیل کرنا

عصر حاضر میں اہل باطل کی اسلام کو فقط عبادات تک رکھنے کی کوششیں جاری ہیں یعنی دین کا تعلق فقط انسان اور رب کے درمیان ہے اور اسلام کا کسی دستوری تنظیم سے سے کوئی تعلق نہیں تو یہ باطل دعوے ہیں کیوں کہ جب ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لیے وحی کی روشنی میں اپنا دستور پیش کرتے ہیں[43]۔

یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان اللہ کے سوا کسی کی حاکیت کو تسلیم نہیں کرتے ان کے لیے زندگی کے ہر پہلو پر اللہ رسول کے سوا کسی طرف رجوع کرنے کا کوئی تصور بھی نہین ہے۔ آپ ﷺ کی وہاں حیثیت سردار کی سی ہوگی جس کو سب کے لیے قبول کرنا ضروری ہوگا اسلامی معاشرے کا وجود ریاست اور اس کے قوانین کے ساتھ مربوط ہے چاہے وہ ذمی ہو، مہاجر ہو، مومن ہو مقیمی ہو یا شہری ہو اس کے حقوق و فرائض متعین ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا جیسے میثاق مدینہ میں آپ ﷺ کی طے کردہ تمام دفعات ہر شخص کے لیے باعث امن و سلامتی تھیں ہر کسی کو مذہب اور ثقافت کی آزادی تھی مسلمانوں کے معاملات ان کی شریعت کے مطابق اور مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے معاملات ان کی شریعت کے مطابق ہوں گے۔ اس میں جہاں مسلمانوں کے لیے احکامات تھے ایسے ہی عدل و انصاف پر مشتمل یہود و نصاریٰ کے لیے بھی معاہدوں کا پاس تھا مگر یہ بات واضح تھی کہ اصل قوانین اور قیادت اسلام کی ہی ہے اور اس کا ہی نفاذ ہوگا

۱۰۔ رضائے الٰہی اور اجر و ثواب کا حصول

مومن کی ہجرت روٹی کپڑے اور مکان کی نہیں ہوتی نہ جان بچانے کے لیے ہوتی ہے بلکہ مومن کے لیے سب سے قیمتی اثاثہ اس کا ایمان ہوتا ہے جس پر وہ کبھی سمجھوتا نہیں کرتا ایسی جگہ جہاں اس کا ایمان خطرے میں پڑ جائے وہاں پھر اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنا پیارا وطن بھی قربان کیا جاسکتا ہے ہجرت تو اللہ کی رضا کے لیے قربانی اور اخلاص کا مظہر ہے اسی لیے قرآن مین متعدد آیات اور پھر حدیث مبارکہ میں بھی تو قرآن میں فقراء اور مہاجرین کا عظیم مقام بیان کیا گیا ہے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ کی رضا اور دین کی خدمت کے لیے ہجرت کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں عظیم اجر ملے گا اور وہ بنا حساب کے جنت میں داخلے کے حقدار ہوں گے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

’’لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّـذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِـمْ وَاَمْوَالِـهِـمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّـٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّـٰهَ وَرَسُوْلَـهٝ ۚ اُولٰٓئِكَ هُـمُ الصَّادِقُوْنَ‘‘[44]

’’وہ مال وطن چھوڑنے والے مفلسوں کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے (وہ) اللہ کا فضل اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی سچے (مسلمان) ہیں۔‘‘

اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے:

إِنَّ أَوَّلَ ثُلَّةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ لِفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ، الَّذِينَ تُتَّقَى بِهِمُ الْمَكَارِهُ، وَإِذَا أُمِرُوا سَمِعُوا وَأَطَاعُوا، وَإِذَا كَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ حَاجَةٌ إِلَى السُّلْطَانِ لَمْ تُقْضَ لَهُ، حَتَّى يَمُوتَ وَهِيَ فِي صَدْرِهِ. وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَدْعُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْجَنَّةَ، فَتَأْتِي بِزُخْرُفِهَا وَزِينَتِهَا، فَيَقُولُ: أَيْ عِبَادِيَ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِي، وَقُتِلُوا، وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي، وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِي، ادْخُلُوا الْجَنَّةَ، فَيَدْخُلُونَهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ.

---

[43] ندوی، محمد رضی الاسلام، دروس سیرت، ص۲۷۷،۲۷۶

[44] الحشر:۸

"سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا وہ ان فقراء مہاجرین کا ہو گا جن کے ذریعے ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا تھا جب انہیں حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کرتے تھے اور جب ان میں سے کسی کو بادشاہ سے کوئی کام پیش آجاتا تو وہ پورا نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ اسے اپنے سینے میں لئے لئے مرجاتا تھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائیں گے وہ اپنی زیبائش و آرائش کے ساتھ آئے گی پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو جنہوں نے میری راہ میں قتال کیا اور مارے گئے میرے راستے میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں خوب محنت کی جنت میں داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ بلا حساب وعذاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"[45]

مندرجہ بالا تمام مقاصد ہجرت کی اہمیت، اس کے مقام اور اس کے دورس اثرات کو بیان کرتے ہیں کہ کس طرح یہ عمل اسلامی انقلاب کا آغاز بنا اور قیامت تک کے لیے ہجرت ایک نئے نظام، نئی تہذیب کے عروج اور نئے پیغام کا دروازہ ثابت ہوئی۔

ہجرت کے حوالے سے جدید افکار

نبی ﷺ کے زمانے میں تو ہجرت فرض تھی، اب بھی دار الحرب سے ہجرت واجب ہے اور ہر جگہ کے مسلمانوں کی مدد فرض ہے[46]

عصر حاضر میں دار الحرب اور دار الاسلام کی اصطلاح محض فقہ کی کتابوں میں ہی مل سکتی ہے اب اسلامی ممالک وہ کہلائے جاتے ہیں جہاں ۵۱ فیصد یا اس سے زائد مسلمان ہوں اب اگر اس سے ایک فیصد بھی کم ہوں تو "مسلم اقلیت والا" غیر اسلامی ملک تصور کیا جاتا ہے۔ اگر ایسی اسلامی ریاست ہو جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور اسلامی قانون کا عملاً نفاذ بھی ہو تو ہجرت ممکن ہے مگر حقیقتاً اب ایسا بہت کم ہے ایسی ریاستیں کم تعداد میں ہیں اور باقی جو ریاستیں ہیں کسی نہ کسی وجہ سے مجبور ہیں تو ایسے میں ان کی طرف ہجرت کرنا مشکل ہے سو اب چوں کہ نہ ریاستیں تیار ہیں نہ ہی مظلوم مسلمانوں کے لیے کوئی گنجائش ہے ایسے میں کوئی جذبہ ایمانی سے دار الکفر سے نکلنا تو چاہتا ہے مگر مجبور ہے نہیں نکل سکتا تو اس پر گناہ نہیں ہے جیسے ہجرت کی فرضیت کے باوجود کچھ لوگ ہجرت نہ کر سکے تھے تو ان کو رعایت دی گئی تھی اور صلح حدیبیہ میں ان کی مصلحت کے تحت جنگ کی نوبت بھی نہ آنے دی گئی[47] جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

"وَ لَوۡ لَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُوۡنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤۡمِنٰتٌ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡهُمۡ اَنۡ تَطَـُٔوۡهُمۡ فَتُصِيۡبَكُمۡ مِّنۡهُمۡ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۔"[48]

"اور اگر ایسے (بہت سے) مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا"

غیر اسلامی معاشرے میں قیام کا مقصد کوئی بڑی دینی وجہ یا اسلام کی دعوت و تبلیغ یا ان کی کوششیں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے ہوں تو ان کا وہاں رہنا قابل تعریف ہے دوسری صورت میں موجودہ زمانے میں تعلیم و تعلم اور کسب معاش کے لیے غیر اسلامی ملک کی طرف جانا بھی شرعی ہجرت سمجھا جائے تو یہ درست نہیں ہے اسلامی معاشرہ کو چھوڑ کر کافرانہ ماحول میں گھلنا ملنا، انکی عورتوں سے رشتے استوار کرنا، نسلوں کا ملحدانہ ماحول میں پروان چڑھنا، انکے اداروں میں فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے معاش کو تباہ کرنا بھی دراصل انکا ساتھ دینا ہے کیونکہ یہاں تو "الفتنہ

---

[45] (مسند امام احمد ۵۶۳)

[46] ندوی، محمد رضی الاسلام، دروس سیرت، اردو ترجمہ فقہ السیرہ النبویہ، (لاہور: میٹروپرنٹرز، ۲۰۰۷ء)، ص ۲۴۰، ۲۳۹

[47] ندوی، محمد علاؤالدین، ہجرت مصطفیٰ، ص ۲۲۲، ۲۲۰

[48] الفتح: ۲۵

اشد من القتل' ہے اور وہاں اسلامی تشخص خطرے میں ہے تو ایسی جگہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے ہجرت بتاتی ہے کہ کفر کے ساتھ گزارا مسلمان کی فطرت کے خلاف ہے وہ دو ہی طرح کفر کے ساتھ رہ سکتا ہے۔

ا۔ دار الکفر میں رہ کر اسلام کو غالب کرنے اور کفر کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا رہے

۲۔ جب تک کفر کے نرغے سے نہ نکل سکے شدید ناگواری کے ساتھ وہاں رہے اور وہاں رہ کر بھی دعوت اسلامی کا فریضہ سرانجام دیتا رہے۔

ہجرت تو مسموم نظریات کو چھوڑ کر اسلامی شعائر کی حفاظت کا نام ہے اسی کے ذریعے تو کفار کے محاذوں کو توڑا جا سکتا ہے، نیز دین کی بقا کے لیے جدوجہد کر کے جان دینے کا نام ہے اسی کے بعد تو ہر اینٹ بنیانٌ مرصوصٌ بن کے اسلامی ریاست بناتی ہے۔۔ جیسا کہ تاریخ میں دین، علم، جہاد، دعوت، انسانیت کی فلاح کے لیے ہجرت ہوتی رہی ہے۔ مگر وہ جو طاغوتی نظام سیکولر کے ساتھ چل رہے ہین انکا دین ہی مشتبہ ہے ان کو توبہ، رجوع الی اللہ اور تجدید ایمان کرنا چاہیے اور اس جگہ سے نکلنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے[49]

نتائج:

ہجرتِ مدینہ محض ایک جغرافیائی سفر نہیں تھا بلکہ یہ ایک ہمہ گیر عمرانی، سیاسی اور فکری انقلاب کا پیش خیمہ تھا اس کے نتائج درج ذیل خطوط پر استوار کیے جا سکتے ہیں:

ا۔ ہجرت نے یہ ثابت کیا کہ اسلامی فکر میں "زمین" یا "نسل" سے زیادہ "عقیدہ" اور "نظریہ" مقدم ہے۔ جدید دور میں وطنیت (Nationalism) کے مقابلے میں یہ عالمگیریت (Universalism) کی پہلی مضبوط بنیاد تھی۔

۲۔ ہجرت کے نتیجے میں 'مواخات' کا جو نظام قائم ہوا، اس نے قبائلی عصبیت کو ختم کر کے ایک ایسی "امت" کی بنیاد رکھی جہاں خونی رشتوں کے بجائے فکری اور اخلاقی اشتراک کو اولیت حاصل ہوئی۔ یہ جدید سوشیالوجی کے لیے ایک بہترین کیس اسٹڈی ہے۔

۳۔ ہجرت یہ واضح کرتی ہے کہ ایک نظریاتی اقلیت کس طرح منظم ہو کر ایک خود مختار سیاسی اکائی (Political Entity) بن سکتی ہے۔ 'میثاقِ مدینہ' اسی ہجرت کا منطقی نتیجہ تھا جس نے جدید کثیر مذہبی معاشروں (Pluralistic Societies) کے لیے رہنمائی فراہم کی۔

۴۔ ہجرت نے مسلمانوں کو 'مظلومیت' کے حصار سے نکال کر 'تعمیرِ نو' کے مرحلے میں داخل کیا۔ یہ جدید دور کے "ذہنی جمود" (Stagnation) کے خلاف مسلسل جدوجہد اور ارتقاء کا درس دیتی ہے۔

سفارشات:

ا۔ محققین کو چاہیے کہ وہ ہجرت کو صرف ایک تاریخی واقعہ کے طور پر نہیں بلکہ "سوشیالوجی آف مائیگریشن" (Sociology of Migration) کے تناظر میں دیکھیں اور جدید مہاجرین (Refugees) کے مسائل کے حل کے لیے نبوی ماڈل سے استفادہ کریں۔

---

[49] ندوی، محمد علاؤالدین، ہجرت مصطفیٰ، ص ۲۲۲

۲۔ آج کے دور میں جسمانی ہجرت سے زیادہ 'فکری ہجرت' کی ضرورت ہے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ تعلیمی نصاب میں ایسے مضامین شامل کیے جائیں جو نوجوانوں کو دورِ جاہلیت کے جدید افکار (مادیت پرستی، الحاد) سے نکال کر اسلامی اقدار کی طرف راغب کریں۔

۳۔ حکومتوں کو چاہیے کہ وہ ہجرت کے بعد قائم ہونے والے 'مدینہ مارکیٹ' کے ماڈل کا مطالعہ کریں تاکہ معیشت کو کسی مخصوص طبقے کی اجارہ داری سے نکال کر عام آدمی کے لیے سہل بنایا جا سکے (جیسا کہ مہاجرین کی معاشی بحالی کے لیے کیا گیا)۔

۴۔ جدید افکار میں بڑھتی ہوئی انتہاپسندی کے توڑ کے لیے ہجرت کے اس پہلو کو اجاگر کیا جائے جس میں غیر مسلموں (یہودِ مدینہ وغیرہ) کے ساتھ باہمی احترام اور امن کے معاہدے کیے گئے تھے۔ یہ "گلوبل سٹیزن شپ" کے تصور کو اسلامی رنگ میں پیش کرنے کی بہترین بنیاد ہے۔

۵۔ مسلم دنیا کے ماہرین جو ہجرت کر کے مغرب جا رہے ہیں، ان کے لیے ایسی پالیسیاں بنائی جائیں کہ وہ اپنی علمی ہجرت کا رخ واپس اپنے معاشروں کی تعمیر کی طرف موڑیں، جس طرح صحابہ کرام نے اپنی صلاحیتیں مدینہ کی ریاست کے استحکام کے لیے وقف کر دی تھیں۔